شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم کا

دورۂ تھائی لینڈ و میانمار

(دوسرا و آخری حصہ)

بقلم: مولانا فیصل احمد خان۔(بینکاک)

بینکاک واپسی کا سفر:

اگلی صبح ۹ مئی بروز پیر بینکاک واپسی کا سفر طے تھا، چنانچہ ناشتے سے فراغت کے بعد پونے نو بجے ''ہٹ یائی'' کے لیے روانگی ہوئی۔ واپسی سے قبل آپ کی گاڑی کو مدرسے میں لے جایا گیا۔ آپ نے گاڑی میں بیٹھے بیٹھے مدرسے کا مشاہدہ فرمایا، طلبہ کرام دورویہ قطاریں بنا کر حضرت والا کو رخصت کرنے کے لیے موجود تھے۔

واپسی کے دوران راستے میں 'سونکلا' کے مقام پر ساحل سمندر پر ٹھہرنے کا انتظام مقامی احباب نے کیا ہوا تھا۔ سادہ مگر لذیذ کھانوں کا اہتمام تھا، تمام احباب نے کھانا تناول فرمایا اور ''ہٹ یائی'' ایئر پورٹ کی طرف سفر دوبارہ شروع ہوا۔ ساڑھے گیارہ بجے کے لگ بھگ ایئر پورٹ پہنچے، ضروری کارروائی اور نماز ظہر سے فراغت کے بعد فلائٹ کے انتظار میں بیٹھ گئے جہاز نے اپنے مقررہ وقت ڈیڑھ بجے دوپہر اُڑان بھری اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے مقررہ وقت دو بج کر پچاس منٹ پر بینکاک ایئر پورٹ پر پہنچ گیا۔ ایئر پورٹ پر مولانا نعیم صاحب، مولانا حسین صاحب، مولانا ایوب صاحب اور حاجی صالح صاحب استقبال کے لیے موجود تھے۔ رہائش گاہ پر پہنچ کر حضرت والا آرام کے لیے لیٹ گئے دیگر احباب گرامی عصرانے اور نمازِ عصر میں مشغول ہو گئے۔

۱۰ مئی بروز منگل صبح ناشتے کے لیے حضرت والا مدرسے کے مدیر مولانا موسیٰ کی درخواست پر ان کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت والا نے مولانا موسیٰ کو ہدیہ بھی عنایت فرمایا۔ مولانا موسیٰ نے بھی حضرت والا کو کھجور کا ہدیہ پیش کیا، ناشتے سے فراغت کے بعد حضرت والا قیام گاہ تشریف لے گئے اور مولانا عبید اللہ خالد صاحب مولانا موسیٰ صاحب کی درخواست پر مدرسے تشریف لے گئے، جہاں انہوں نے مدرسے کے اساتذہ کرام سے خطاب فرمایا۔ اپنے خطاب میں حضرت الاستاذ نے اساتذہ کو احساسِ ذمہ داری کی طرف بہت شدت سے متوجہ فرمایا۔ انہوں نے فرمایا

کہ ایک ایک طالب علم پر طویل محنت درکار ہے، آج کے یہ پودے، کل کے تناور درخت ہوں گے جو کہ پھل دار ہو کر آپ کے لیے رفعِ درجات کا سبب اور ذریعہ ہوں گے۔

۱۲ بجے مولانا عبید اللہ خالد صاحب زید مجدہم راقم کے والد محترم، مولانا عمر فاروق صاحب، مولانا نعیم صاحب اور راقم کا بیٹا محمد احمد خان، مولانا عبدالقادر کے مدرسہ ''التربیہ'' تشریف لے گئے۔ چنانچہ وہاں مولانا نے طلبہ و طالبات سے تفصیلی خطاب فرمایا اور وہاں ظہرانہ بھی ہوا۔ بعد ازاں اقرأ اسکول تشریف لے گئے۔ محترم جنید صاحب کا قائم کردہ اقرأ مسلم اسکول بینکاک میں دینی ماحول کا حامل عصری تعلیم کا معیاری اسکول ہے۔ مولانا نے وہاں بھی خطاب فرمایا۔

شام کو حضرت والا قیام گاہ پر آرام فرما رہے۔ حضرت والا نے صاحبِ مکان حاجی صالح صاحب کو ہدیہ بھی عنایت فرمایا۔ ان کے داماد مولانا حسین، مولانا نعیم صاحب اور مولانا ایوب کو بھی ہدیہ عنایت فرمایا۔ عشائیہ کی دعوت حاجی حنیف صاحب کے صاحب زادے اقرأ اسکول کے پرنسپل مولانا صدیق صاحب کی طرف سے اُن کے گھر پر تھی۔ حضرت والا تو ضعف و تکان کی وجہ سے قیام گاہ پر ہی آرام فرما رہے۔ دیگر حضرات گرامی عشائیے میں تشریف لے گئے۔

۱۱ مئی بروز بدھ سات بج کر ۵۵ منٹ پر حضرات گرامی قدر کی رنگون، برما کی فلائٹ تھی، چنانچہ قیام گاہ سے نمازِ فجر ادا فرما کر پانچ بج کر تیس منٹ پر ایئر پورٹ کے لیے روانہ ہوئے۔ اَلوداع کرنے والے احباب موقع پر موجود تھے۔ راقم کے والد صاحب اور بچے بھی موجود تھے۔ مصافحہ اور معانقہ ہوا اور دِلوں کو سرور و راحت پہنچانے والے بزرگ و مکرم حضرات رخصت ہو گئے۔

حضرت والا کی رنگون آمد:

طیارہ بینکاک سے اُڑان بھر کر چند گھنٹوں میں رنگون پہنچ گیا، جہاں مولانا مفتی احمد رنگونی صاحب نے اپنے رفقاء کے ہمراہ حضرت کا استقبال کیا۔ پہلا قیام جناب حاجی یعقوب سورتی صاحب کے ہاں ہوا۔ حاجی یعقوب سورتی صاحب کا خاندان رنگون کے فوجی انقلاب سے بھی پہلے سے یہاں قیام پذیر ہے۔ حاجی یعقوب صاحب حضرت والا کی خدمت میں پیش پیش تھے۔ چوں کہ موسم کافی گرم تھا اس لیے اِبتدائی قیام کے بعد مہمانان گرامی حاجی صاحب کی رہائش سے دوسری رہائش کی طرف منتقل ہو گئے۔ یہاں حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے ملاقات کے لیے پاکستان کے سفیر بھی آئے اور باہمی تبادلہ خیال ہوا۔ خصوصاً برمی طلبہ کی پاکستان میں تعلیم اور سفری سہولیات پر بات چیت ہوئی۔

برما کے چشم کشا حالات:

برما کے حوالے سے بعض معلومات کافی دلچسپ اور چشم کشا ہیں۔ مثلاً اس کا رقبہ پاکستان سے زیادہ ہے۔ یہاں کافی تعداد میں مسلمان بستے ہیں مگر سرکاری اور یوایناوکا غذات میں کوئی مسلمان نہیں ہے۔ مسلمان یہاں دوہرے نام کے ساتھ رہنے پر مجبور ہیں، یہ علیحدہ بات ہے کہ برما کی معیشت آج بھی غالب طور پر مسلمان کے ہاتھوں میں ہے۔ یہاں کا

ملکی انتظام کچھ ایسا ہے کہ کہیں بھی فوج اور پولیس نظر نہیں آتی لیکن جوں ہی کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے تو فوراً نمودار ہو جاتی ہے۔ برما میں ایک طویل عرصے بعد جو انتخابات ہوئے ان میں فوج کو ایک بھی ووٹ نہیں پڑا لیکن اس کے باوجود فوج وہاں ۳۵ فی صد اقتدار میں حصہ دار ہے۔ یہاں مسلمانوں کو نئی مساجد بنانے کی اجازت نہیں ہے اور نہ ہی انہیں باہر سے رنگ وروغن کر سکتے ہیں، البتہ اندرونی طور پر مرمت اور رنگ وغیرہ کر سکتے ہیں۔

مولانا مفتی احمد رنگونی صاحب رنگون کے مدرسہ شوکت اسلام کے استاذ حدیث ہیں۔ انہوں نے حضرت والا کے متعدد بیانات رکھے ہوئے تھے۔ یہاں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہم اور مولانا عبید اللہ خالد صاحب زید مجدہم کا بیان ہوا۔ جامع مسجد سورتی سنی میں بھی جمعہ کے دن مولانا عبید اللہ خالد صاحب زید مجدہم اور حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کا بیان ہوا۔ ۷ شعبان مطابق ۱۵ مئی بروز اتوار مدرسہ شوکت اسلام کی تقریب ختم بخاری تھی۔ یہاں رنگون کے پانچ مدارس کے لگ بھگ ۳۵ طلبہ جمع تھے۔ کفرستان میں اس قسم کی تقریب الگ ہی نوعیت کی تھی۔ تمتماتے چہروں کے ساتھ موجود طلبہ کی دِلی کیفیات جاننا مشکل نہ تھا۔ برما کے احوال تو سب کو معلوم ہی ہیں۔ اس ماحول میں دینی تعلیم کا چراغ جلائے رکھنے والے قابل قدر علماء کی ہمت کی داد نہ دینا یقیناً بخل ہوگا۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہم کا خطاب:

یہاں بھی حسب سابق علماء کے بیانات کے بعد صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا بیان ہوا جو حسب ذیل تھا:

"نحمده و نصلی علیٰ رسوله الكريم اعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم ، بسم الله الرحمٰن الرحيم ...... لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ صدق الله العظيم......امابعد!

ہم نے دارالعلوم دیوبند سے ۱۳۶۶ھ بمطابق ۱۹۴۷ء میں فراغت حاصل کی۔ بخاری شریف مکمل اور ترمذی شریف اول حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی ہے۔ یہ ایک وقت تھا جو گزر گیا۔ پھر ایک وقت وہ آیا جب دارالعلوم دیوبند کی مسندِ حدیث خالی ہوگئی۔ علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے تشریف لے گئے۔ مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا قیام سلہٹ میں تھا۔ اس موقع پر مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھ کر دعوت دی کہ دارالعلوم دیوبند کی مسند آپ کی طرف دیکھ رہی ہے۔ آپ دارالعلوم دیوبند میں تشریف لائیں اور درس حدیث بھی جاری کریں، بیعت وارشاد بھی شروع فرمائیں، اور آپ کے سیاسی مشاغل ہیں، ان کو بھی آپ آزادی کے ساتھ جاری رکھیں، دارالعلوم کو آپ کی سیاسی مصروفیات میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ چنانچہ مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے آئے۔ یہ تو ہوئی ایک بات۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو جو اوصاف وکمالات عطا فرمائے تھے وہ کہیں اور نظر نہیں آتے...... آپ ایک بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ جب کسی ایک بزرگ کے اوصاف وکمالات کا ذکر کیا جارہا ہو تو دوسرے کسی بزرگ کی ہرگز ہرگز تنقیص یا تحقیر نہیں ہوتی۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بزرگ کو الگ الگ شان عطا کی ہوتی ہے۔ ہر بزرگ کو مختلف عمدہ شئون اَللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی جاتی ہیں۔ وہ سب ہمارے لیے قابل احترام اور قابل تحسین ہیں۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ کی جن صفات کا میں مختصر طور پر ذکر کروں گا ان میں سب سے نمایاں صفت آپ کی 'تواضع' ہے۔ حضرت مدنی درس گاہ میں تشریف لائے۔ ڈھائی سو طلبہ موجود تھے۔ ایک طالب علم نے آپ سے کہا کہ حضرت! آپ کا پائے جامہ ٹخنوں سے نیچے ہے۔ اس موقع پر حضرت مدنی بجائے ناراض ہونے کے آپ نے اس طالب علم سے کہا ''آؤ دیکھو کہ میرا پائے جامہ ٹخنوں سے نیچے ہوا تو میں اس کو اوپر کرلوں گا۔ وہ طالب علم آیا اور اس نے دیکھا کہ حضرت کا پاجامہ ٹخنوں سے اوپر ہے۔ اس نے اعتراف کیا کہ حضرت مجھے مغالطہ ہوا ہے۔ اب آپ اندازہ لگایئے کہ اتنا بڑا شیخ اور ایک حقیر طالب علم اس سے اس طرح کا معاملہ کررہا ہے لیکن اسے غصہ نہیں آتا، یہ تواضع کی انتہاء ہے۔ (اس موقع پر حضرت والا رودیے) آپ کی تواضع کا یہ بھی اثر تھا کہ آپ درس گاہ تشریف لاتے تو طلبہ آپ کو سوالات کی پرچیاں بھیجتے، آپ پورے انشراح کے ساتھ ایک ایک سوال کو پڑھتے اور ہر سوال کا جواب دیتے بعض طلبہ لاابالی ہوتے ہیں، وہ عجیب عجیب سوالات بھی کرتے، آپ ان کا بھی جواب دیتے تھے۔ بعض طلبہ آپ کے گھریلو قسم کے معاملات کے بارے میں بھی سوالات کرتے تھے لیکن آپ غصہ نہ کرتے، یہ بھی آپ کی تواضع کا اثر تھا۔

ایک مرتبہ آپ ریل گاڑی میں سفر کررہے تھے، آپ کے سامنے ایک ذی وجاہت آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ قضائے حاجت والی جگہ کی طرف گیا اس نے دیکھا کہ وہ گندگی سے بھری ہوئی ہے، چنانچہ وہ اپنی جگہ آکر بیٹھ گیا۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ نے محسوس فرمایا کہ یہ شخص حاجت کے لیے جانا چاہتا ہے لیکن وہ گندگی سے بھرا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ وہاں گئے اور اسے اچھی طرح صاف کرکے اس سے کہا کہ آپ بیت الخلاء نہیں جاتے؟! اس نے جواب دیا کہ وہ تو گندگی سے بھرا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ جاکر دیکھو تو سہی...... اس تواضع کی نظیر نہ دیکھی نہ سنی، یہ تواضع کی انتہا ہے۔ (اس موقع پر بھی حضرت والا رودیے)۔

پھر ایک موقع وہ آیا جب آپ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے الوداعی ملاقات فرمائی اور مکہ مکرمہ پہنچ کر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ سے ملاقات فرمائی۔ ملتزم پر غلافِ کعبہ کو پکڑ کر اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ یا اللہ! میں نے دار العلوم دیوبند میں جو علوم حاصل کیے ہیں، اس کی یاد کو پختہ فرما دیجیے۔ اس کی تدریس کی توفیق عطا فرما دیجیے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق عطا فرمائی اور آپ نے ۱۲ سال مدینہ منورہ میں درسِ حدیث جاری فرمایا اور آپ کا درس عرب وعجم میں دوسرے شیوخِ حدیث کے مقابلے میں زیادہ مقبول اور مشہور تھا۔ ایک

کام تو آپ نے وہاں پہنچ کر یہ کیا کہ دن میں درسِ حدیث جاری فرما کر علوم کی تقسیم خلقِ خدا میں شروع فرمادی اور دوسرا کام یہ کیا کہ رات کو مدینہ منورہ کے باغات میں، جنگلات میں اور ویرانوں میں نکل کر اَللہ اَللہ کیا کرتے، مراقبہ ومشاہدہ فرماتے اور اپنے رب سے مضبوط تعلق قائم کرنے کی سعی اور محنت فرماتے، علم کی تقسیم بھی ہورہی تھی اور روحانیت کی ترقی کی کوشش بھی ہورہی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اللہ نے آپ کو ایسے ایسے کمالات واوصاف سے نوازا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ میں نے پڑھا ہے اور اپنے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ ایک مرتبہ آپ روضۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے، سلام پڑھا الصلاۃ والسلام علیك یارسول اللّٰہ روضۂ اقدس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: وعلیك السلام یا وَلَدِیْ! (اس موقع پر بھی حضرت والا رو دیے۔)

یہ عالی مقام اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا۔ ان واقعات کو ذکر کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ آپ کو دیوبند کی صدارت کے لیے طلب کیا گیا۔ اس لیے کہ علامہ کشمیری اور علامہ عثمانی نے اس کو چھوڑ دیا تھا تو آپ کو اللہ نے کیسا نوازا؟ کیسا بلند مقام ملا؟ یہ نوازشات نہ علامہ کشمیری کو ملیں اور نہ علامہ عثمانی کو ملیں۔ ان کے اپنے مقامات ہیں، ان کے اپنے درجات ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اسلام کی صداقت کے لیے حضرت کشمیری کا وجود ایک علامت ہے، یہ اذا رء وا ذکر اللّٰہ کا مصداق ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ ہر ہر بزرگ کے اپنے اپنے اوصاف وکمالات ہیں لہٰذا کسی کی حقارت دل میں نہیں آنی چاہیے۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کو ساٹھ برس ہوگئے ہیں۔ اب حضرت مدنی کے شاگرد خال خال کہیں ملیں گے۔ اَللہ نے مجھے یہ شرف عطا فرمایا ہے۔ اب دیوبند کے فاضل تو بہت ملیں گے، لیکن مدنی کے شاگرد کم ملیں گے۔ اب فاضلِ دیوبند بھی کئی قسم کے ہوگئے ہیں، ہیں تو فاضل دیوبند لیکن مدنی کے شاگرد نہیں ہیں۔ اسی طرح مظاہریوں کا حال ہے کہ وہ بھی کئی قسم کے ہوگئے ہیں۔ ہم کسی کو غلط نہیں کہتے، سب اہل حق ہیں۔ فضلاء دیوبند جو قسم در قسم ہوگئے ہیں، اسی طرح مظاہری جو کئی قسم کے ہوگئے ہیں ہم کسی کو غلط نہیں کہتے ہیں، لیکن بہر حال یہ ماننا پڑے گا کہ اتحاد نہیں ہے۔

یہ بخاری شریف کی روایت تو تبرکا پڑھی گئی ہے۔ یہ دوسری گفتگو جو عرض کی ہے وہ کچھ تو میرے مشاہدہ کی ہے اور یہ واقعات میں نے اس لیے ذکر کیے ہیں کہ آپ کے علماء تو جانتے ہیں، سنے ہوئے ہیں لیکن نئے فارغ ہونے والے فضلاء نہیں جانتے، ان کو بتانے کے لیے ان واقعات کا ذِکر کیا ہے۔ جہاں تک آخری باب کی روایت کا تعلق ہے تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے وہاں امام بخاری نے اعمال کے وزن کا ذکر کیا ہے، اور اعمال کے وزن کے متعلق آپ کو معلوم ہے کہ اعمال اگر حسنات کی قبیل سے ہوں گے تو قبول ہوں گے اور اگر اعمال سیئات کی قبیل سے ہوں گے تو وہ رَد کر دیے جائیں گے، اور یہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اعمال کے قبول ہونے کا مدار اور انحصار اخلاق پر ہے۔ اگر اخلاق اچھے ہوں گے تو اعمال قبول ہوں گے اور اگر اخلاق خراب ہوں گے اعمال رد کر دیے جائیں گے۔ اور اعمال کی عمدگی اور ناپسندیدگی کا مدار

نیت اور حسن اور قُبح پر ہے۔ نیت اچھی ہوگی تو اعمال اچھے اور پسندیدہ ہوں گے نیت خراب ہوگی تو اعمال خراب ہوں گے، اعمال رد کردیے جائیں گے۔ میری طرف سے فارغ ہونے والے طلباء اور وہ تمام علماء جو یہاں حاضر ہیں ان کو میں روایتِ حدیث کی اجازت دیتا ہوں اور ان کو نصیحت کرتا ہوں بلکہ ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ تقویٰ اختیار کریں اور اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلیں، وہی اتباع سنت کا طریقہ ہے، اس کے علاوہ زمانے میں اب نئی نئی چیزیں جو ہمارے سامنے آرہی ہیں انہیں رَد تو کریں مگر قبول نہ کریں...... وصل اللّٰھم و بارك و سلم علیه"

حضرت والا کے اس بیان کا خاص اثر ہوا، تمام حاضرین نے حضرت اقدس مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکرِ خیر کو دل کی گہرائیوں میں اُتارا۔ چوں کہ حضرت والا مسلسل سفر میں تھے، ضعف وتکان کا اثر بھی تھا اس لیے اس پروگرام کے بعد منتظمین نے اس امر کو ملحوظ رکھا کہ آپ کے آرام کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھا جائے۔ برما میں جو معزز علماء کرام حضرت والا کی خدمت میں حاضر باش رہے ان میں مولانا محمد صاحب (صاحبزادہ حاجی یعقوب صاحب) مولانا مفتی نور محمد صاحب (فاضل جامعہ دارالعلوم ،کراچی) مولانا جنید صاحب (فاضل جامعہ فاروقیہ، کراچی) مولانا محمد ابراہیم صاحب (فاضل ڈھابیل) حاجی اسحاق صاحب، بھائی یعقوب منیا صاحب شامل تھے۔ رنگون قیام کے دوران جامعہ فاروقیہ کے قدیم وجدید فضلاء قریب اور دور کے علاقوں سے حضرت شیخ دامت برکاتہم کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے رہے۔ رنگون میں حضرت والا کی ایک عجیب ادا دِل پر نقش ہوکر رہ گئی، ایک روز مغرب کے بعد مولانا جنید صاحب نے حضرت والا سے درخواست کی کہ حضرت کچھ نصیحت فرمائیں، جواب میں حضرت والا نے ارشاد فرمایا:

"نصیحت تو آپ مجھے کریں، مجھ پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس قدر نعمتیں ہیں، اس قدر نعمتیں ہیں سفر وحضر میں ہر شخص میری راحت وآرام کے لیے پیش پیش رہتا ہے لیکن میرے عمل میں کوتاہی ہی کوتاہی ہے، کوتاہی ہی کوتاہی ہے، کوتاہی ہی ہے (تین مرتبہ ارشاد فرمایا) میں تو اپنی بخشش کے لیے اپنے طلبہ کو ایک امید سمجھتا ہوں جو دنیا بھر میں پھیلے ہوئے کارِ خیر میں مصروف ہیں ورنہ اپنا تو کوئی عمل نظر نہیں آتا"

پاکستان واپسی:

۱۷/مئی کو صبح سات بجے قریب ہوائی اڈے کے لیے روانہ ہونا تھا، راستے میں مدرسہ شوکت اسلام کے سامنے سے گذرتے ہوئے ہوائی اڈے پہنچے۔ چاہنے والے، میزبان اور دیگر علماء ورفقاء اپنے محبوب مہمانوں کو رخصت کرنے کے لیے موجود تھے۔ جہاز ایک گھنٹے کی پرواز کے بعد بینکاک ایئرپورٹ پہنچ گیا، یہاں سے دوپہر دو بجے کے بعد کراچی کے لیے پرواز تھی۔ اس دورانیے میں نماز ظہر بھی ادا کی گئی۔ شام ساڑھے پانچ بجے کے قریب یہ معزز قافلہ کراچی پہنچ گیا۔